مولانا ابو ریحان سیالکوٹی

کشفِ سبائیت

قسط دوم

قاضی صاحب نے یہاں تین باتیں ارشاد فرمائی ہیں۔ ایک یہ کہ مؤلف "سبائی فتنہ" بھی میری عبارتوں کو نہیں سمجھ سکا اور تنقیص کا پہلو نکال لیا۔ اور دوسری یہ کہ جن علماء اہل السنۃ نے میری کتاب پر تقریظیں لکھی ہیں انہوں نے ان عبارتوں سے ایسا نہیں سمجھا اور کسی سُنی عالم نے بھی مجھے اس سے متعلق کچھ نہیں لکھا اور تیسری بات یہ کہ اگر بعض مخالفین نے مجھ پر اس قسم کا الزام لگایا ہے تو میں نے اسکا تسلی بخش جواب اپنی کتابوں میں دیدیا ہے۔

قاضی صاحب کی یہ تینوں ہی باتیں قابل غور ہیں۔

جہاں تک ان کی پہلی بات یعنی میرے بھی ان کی عبارتوں کو نہ سمجھ سکنے کا تعلق ہے تو یہ انکا صرف دعویٰ ہی دعویٰ ہے۔ جسکی کوئی دلیل انہوں نے پیش نہیں فرمائی۔ قاضی صاحب کو چاہیئے تھا کہ اپنے اس دعوے کے ثبوت میں اپنی ان عبارتوں میں سے کہ جنکا اصول اہل السنۃ کے خلاف ہونا میں نے دلائل سے ثابت کیا ہے۔ کم از کم کسی ایک ہی عبارت کو لکھ کر یہ ثابت کرتے کہ "دیکھو اس عبارت کا اصل صحیح مطلب یہ تھا لیکن ابو ریحان، اپنی نا سمجھی سے اسکا مطلب یہ سمجھ بیٹھا ہے"۔ لیکن حضرت قاضی صاحب اپنی کسی ایک عبارت سے بھی اپنے دعوے کے مطابق میری ایسی کوئی نا سمجھی ثابت نہیں کر سکے۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان سے اللہ کی رضا سے متعلق جو ایک عبارت، اپنے تبصرے کی پہلی قسط میں وہ لائے ہیں اسی کو لے لیجیئے۔ اسکا جو مفاد میں سمجھا تھا قاضی صاحب نے اپنی دوسری عبارتوں کے حوالہ سے اپنا عقیدہ اس کے مطابق نہ ہونا تو بیان کیا لیکن یہ لکھنے کی جرأت وہ نہیں کر سکے کہ میری اس عبارت کا مفاد وہ نہیں جو ابو ریحان سمجھا ہے۔

چنانچہ ملاحظہ ہو کہ قاضی صاحب نے حضرت معاویہؓ کے صفینی اجتہادی موقف کی عدمِ صحت ثابت کرنے کیلئے آیتِ اتباع باحسان سے استدلال کرتے ہوئے لکھا کہ

"حضرت معاویہؓ نہ مہاجرین میں سے ہیں اور نہ انصار میں سے بلکہ وہ تیسرے طبقے سے ہیں جن سے رضاء الٰہی مشروط ہے مہاجرین اولین اور انصار کی اچھے طریقے سے پیروی کرنے کے ساتھ اور ادھر حضرت علیؓ چونکہ مہاجرین اولین میں سے ہیں اس لئے حضرت معاویہؓ پر اس نص قرآنی کی رُو سے حضرت علیؓ کی پیروی لازم تھی لیکن انہوں نے بجائے پیروی کرنے کے ان کی مخالفت کی اور صرف زبانی مخالفت نہیں کی بلکہ بجائے اطاعت کے قتال کیا"۔

(ملخصاً خارجی فتنہ ص ۴۷۶ ج ۱)

میں نے حضرتِ قاضی صاحب کے اس استدلال کا مفاد حضرت معاویہؓ کی طرف سے رضاء الٰہی کی شرط (اتباع باحسان) نہ پائی جانے کی وجہ سے ان کیلئے مشروط (رضاء الٰہی) کا نہ پایا جانا یعنی انکا خدائی سند "رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ" کا مصداق نہ بن سکنا بیان کیا۔ اگر میں قاضی صاحب کی عبارتیں نہیں سمجھ سکا تو انکو چاہیئے تھا کہ وہ یہاں پہلے یہ بتاتے کہ چکوالی استدلال کا یہ ریحانی مفاد صحیح ہے یا غلط؟ اگر غلط ہے تو غلطی کہاں ہے اور کیا؟ لیکن قاضی صاحب نے اپنے استدلال کے اس ریحانی مفاد کا غلط یا صحیح ہونا بیان کرنے کی بجائے چکوالی عقیدے کی بحث چھیڑ دی، حالانکہ بحث یہاں چکوالی عقیدے کی نہ تھی بلکہ چکوالی طرزِ استدلال کے نتیجے کی تھی اور نتیجے کے بارے میں انہوں نے ایک حرف بھی نہیں لکھا کہ وہ صحیح ہے یا غلط

جس سے یہ واضح ہو جاتا کہ میں ان کی یہ عبارت سمجھ سکا ہوں یا نہیں ؟ اور اس کے علاوہ اور کوئی عبارت حضرت قاضی صاحب نے ابھی پیش نہیں کی لہذا میرے بارے میں انکا یہ دعویٰ کہ میں ان کی عبارتیں سمجھ نہیں سکا محض بلا دلیل ہوا اور دعویٰ بلا دلیل کی جو حیثیت ہوتی ہے وہ کسی سے مخفی نہیں۔ سب جانتے ہیں کہ ایسا دعویٰ نہ لائقِ توجہ ہوتا ہے اور نہ قابلِ سماعت۔

پھر حضرت قاضی صاحب نے یہاں جو "بھی" کا لفظ لگایا ہے یعنی یہ کہ "مولانا موصوف بھی میری الخ" اس سے پتہ چلتا ہے کہ قاضی صاحب کے دربار سے اس ناسمجھی کا یہ تمغہ صرف مجھے ہی نہیں ملا مجھ سے پہلے اوروں کو بھی وہ یہ تمغہ دے چکے ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ تمغہ انھی کو ملا ہوگا جنہوں نے قاضی صاحب سے ان کی کسی بات میں اختلاف کیا ہوگا۔ اگر واقعہ یوں ہی ہو تو پھر کہنا چاہیئے کہ یہ قاضی صاحب کی یا ان کی عبارتوں کی کرامت ہے کہ انکو ایسا کوئی بھی آدمی نہیں سمجھ سکتا جس کو ان سے کچھ بھی اختلاف ہو انکو تو بس وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جنکو ان سے کلی اتفاق ہو۔ کیا یہ ایک عجوبہ نہیں ہے کہ قاضی صاحب تو ہر کسی کی سمجھیں لیکن ان کی صرف وہی سمجھے جو ان سے اتفاق کرے ؟ کیا مودودی صاحب کے پیروکار، سندیلوی صاحب اور دیگر وہ حضرات جن کے پیچھے قاضی صاحب لٹھ لئے پھرتے ہیں وہ بھی یہ نہیں کہہ سکتے کہ قاضی صاحب ہماری عبارتیں ہی نہیں سمجھ سکے ؟ بھلا خارجی فتنہ میں کونسے سقراطی و بقراطی فلسفے چھانٹے گئے اور کونسی غزالی کی تہافتہ الفلاسفہ یا نانوتوی کی آب حیات کی گرہیں اس میں کھولی گئی ہیں کہ یہ صرف انھی کو سمجھ آسکتی ہے جنکو مظہری دربار سے سمجھداری کی سند جاری ہوئی ہو؟ اس لئے قاضی صاحب کی جن عبارتوں کو میں نے اصولِ اہل السنۃ اور قواعدِ اجتہاد کے خلاف بتلایا ہے قاضی صاحب جب تک انکو میرا نہ سمجھ سکنا دلیل سے ثابت نہیں کر دیتے تب تک میں تو یہی کہوں گا کہ میں ان عبارتوں کو صرف سمجھا ہی نہیں بلکہ خوب خوب سمجھا ہوں۔

کیا علماء اہل السنۃ نے چکوالیات کی بھی تائید کی ہے ؟

اب آیئے قاضی صاحب کی دوسری بات یعنی خارجی فتنہ پر علماء اہل السنۃ کی تقریظوں کی طرف اس سلسلے میں عرض ہے کہ یہ قاضی صاحب کی خوش فہمی ہے یا خام خیالی کہ وہ علماء اہل السنۃ کو اپنی چکوالیات و مظہریات میں بھی اپنا ہمنوا اور مؤید سمجھتے ہیں۔ علماء اہل السنۃ نے بےشک قاضی صاحب کی تائید کی ہے لیکن صرف انھی باتوں میں کی ہے جو باتیں ان کی سنی مسلک کے مطابق ہیں اور ایسی باتوں میں ہم بھی قاضی صاحب سے متفق ہیں۔ لیکن جہاں تک اصولِ اہل السنۃ اور قواعدِ اجتہاد سے ہٹ کر ان کی چکوالیات و مظہریات کا تعلق ہے تو ان میں علماء اہل السنۃ نے ہرگز ہرگز قاضی صاحب کی تائید نہیں کی۔ یہ قاضی صاحب کی سینہ زوری ہے کہ وہ اپنی چکوالیات و مظہریات میں بھی انکو اپنا ہمنوا بناتے چلے آرہے ہیں۔

تفصیل اسکی یہ ہے کہ قاضی صاحب نے خارجی فتنہ میں جہاں مسلک اہل السنۃ کی باتیں لکھی ہیں وہاں ان میں اپنی چکوالیات بھی شامل کر دی ہیں اور یہ سُنیات و چکوالیات آپس میں کچھ ایسے طریقے سے گڈمڈ ہیں کہ سرسری نظر سے ان میں امتیاز کر لینا مشکل ہے۔ مثلاً دیکھئے۔

(۱) اجتہادی خطاء و صواب کے بارے میں سنی مسلک تو انہوں نے یہ بیان کیا کہ اجتہادی صواب و خطاء دونوں چونکہ ظنی ہوتے ہیں نہ کہ قطعی اس لئے حضرت علیؓ کا اجتہادی صواب اور حضرت معاویہؓ کی اجتہادی خطاء یہ دونوں بھی ظنی تھے نہ کہ قطعی (خارجی فتنہ ص ۳۰۱، ۲۹۵، ۳۷۶/ج ۱) لیکن اس کے ساتھ اپنی چکوالیت یہ ملا دی کہ ان حضرات کے اجتہادی صواب و خطاء کا نص قرآنی تک کے حوالہ سے قطعی فیصلہ کر دیا۔ دیکھئے (خارجی فتنہ ص ۲۱، ۲۲، ۲۸۲، ۵۷۲، ۵۹۰/ج ۱ اور کشف خارجیت ص ۳۶۷، ۳۷۰) (تفصیل کیلئے دیکھئے ہمارے کتاب "سبائی فتنہ" از ص ۱۶ تا ص ۶۶/ج ۱)

(۲) اسی طرح اسی اجتہادی خطاء و صواب کے ہی سلسلے میں سنی مسلک تو انہوں نے یہ بیان کیا کہ مجتہدین کی اجتہادی

خطاؤ صواب کو بوقت ضرورت اگر بیان کرنا پڑے تو اندازِ بیان ایسا نہ ہونا چاہیئے کہ کسی جانب کی توہین یا کسرِ شان کا کوئی پہلو نکلتا ہو۔ ملاحظہ ہو (خارجی فتنہ ص ۳۰۴، ۳۸۰، ۳۸۹، ۳۹۲/ج ۱) لیکن اس میں اپنی چکوالیت یہ جڑ دی کہ صحابہؓ کی اجتہادی خطأ کو ایسے انداز سے بیان کیا کہ ان کی کسرِ شان کا پہلو واضح طور پر نکلتا ہے۔ ملاحظہ ہو (خارجی فتنہ ص ۷۹، ۱۰۰، ۴۵۵، ۴۵۸، ۴۶۱، ۴۷۶، ۴۷۸، ۴۸۱، ۵۲۶، ۵۵۰/ج ۱) (تفصیل کیلئے دیکھئے "سبائی فتنہ" از ص ۶۶ تا ص ۱۳۱/ج ۱)

(۳) سنی مسلک تو یہ بیان کیا کہ اجتہادیات میں خطأ اجتہادی سے زائد کچھ نہ کہنا چاہیئے۔ اس سے تجاوز خطرناک ہے۔ (خارجی فتنہ ص ۴۲۳، ۴۲۸، ۴۹۱، ۵۸۳/ج ۱) اور چکوالیت بیچ میں یہ شامل کر دی کہ خطأ اجتہادی سے زائد باغی، جائر، قصور وار، گناہ، یقیناً سخت نافرمانی اور اللہ کے حکم کی مخالفت تک جا پہنچے (خارجی فتنہ ص ۷۹، ۱۰۰، ۴۵۵، ۴۵۸ وغیرہ/ج ۱)

(۴) سنی مسلک یہ بیان کیا کہ ہر مجتہد پر اپنے ہی اجتہاد کی پیروی لازم ہے (خارجی فتنہ ص ۵۵۱/ج ۱) اسمیں چکوالیت یہ داخل کر دی کہ حضرت معاویہؓ کو مجتہد مان کر بھی ان پر حضرت علیؓ کے اجتہاد کی پیروی از روئے نص قرآنی و حدیثی لازم قرار دے دی (خارجی فتنہ ص ۴۷۶، ۵۳۱، ۵۵۷/ج ۱) تفصیل کیلئے دیکھئے سبائی فتنہ از ص ۱۸۱ تا ص ۱۹۷/ج ۱)

(۵) اس طرح خلافت مرتضوی سے متعلق سنی مسلک تو یہ بیان کیا کہ خلفاء ثلاثہ (رضی اللہ عنہم) کی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بھی قرآن کی موعودہ، راشدہ اور مستقلہ ہے (خارجی فتنہ از ص ۴۳۶ تا ص ۴۶۴ وغیرہ/ج ۱) اس میں اپنی چکوالیت قاضی صاحب نے یہ داخل کر دی کہ اسکی آڑ لیکر حضرت معاویہ اور حضرات حکمین (رضی اللہ عنہم) کو نصوص قرآنیہ و حدیثیہ کی مخالفت، گناہ اور سخت نافرمانی وغیرہ کا مرتکب بنا ڈالا (خارجی فتنہ صفحات مذکورہ)

ہمارا یقین ہے کہ جن علماء اہل السنۃ نے قاضی صاحب کے بارے میں تائیدی جملے ارشاد فرمائے ہیں انہوں نے صرف اور صرف سنیات کے ہی پیش نظر ارشاد فرمائے ہیں۔ اس سے آگے ان کی سبائیات یا چکوالیات[1] و مظہریات کی تائید انہوں نے ہرگز ہرگز نہیں فرمائی۔ جس کا ایک بین ثبوت یہ ہے کہ قاضی صاحب نے اپنی کتاب "کشف خارجیت" کے ص ۶۱ تا ص ۷۱ جتنے بھی علماء اہل السنۃ کی آراء نقل کی ہیں ان میں سے ایک دو کو چھوڑ کر (کہ انہوں نے عمومی اور اصولی تائید فرمائی ہے۔ کسی خاص پہلو کا ذکر نہیں کیا) باقی سب نے بالتصریح رافضیت و شیعیت، خارجیت و ناصبیت اور یزیدیت و عباسیت کی تردید کے حوالہ سے ہی قاضی صاحب کی خدمات سراہا ہے۔ اس سے آگے رہی یہ بات کہ ان فرق باطلہ کی تردید میں دوسری طرف خود قاضی صاحب سے بھی کوئی تجاوز عن الحد ہوا ہے یا نہیں؟ تو اسکا ان علماء اہل السنۃ کی مذکورہ آراء میں قطعاً کوئی ذکر نہیں اور عدمِ ذکر نہ مستلزم ذکرِ عدم ہوا کرتا ہے اور نہ دلیل عدم ہی۔ اس لئے قاضی صاحب، خارجی فتنہ میں مذکور سُنیات کی حد تک تو علماء اہل السنۃ کی ان آراء کو اپنی تائید میں پیش کر سکتے ہیں اور اس حد تک ہم خود بھی قاضی صاحب کے ہی ساتھ ہیں۔ لیکن اس سے آگے چکوالیات و سبائیات میں بھی ان علماء کو اپنا ہمنوا سمجھنا خوش فہمی سے زیادہ کچھ نہیں۔ علماء اہل السنۃ کو اپنی خلاف اصول اہل السنۃ تعبیرات میں اپنا ہمنوا بتا کر کیا حضرت قاضی صاحب یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ یہ چوٹی کے علماء اہل السنۃ بھی ان کی طرح صحابہ کرام کو گناہ، یقیناً سخت نافرمانی، اللہ و رسول کے حکم کی مخالفت وغیرہ کا مرتکب بتانے کی بے ادبی میں مبتلا ہیں۔ حاشا و کلا۔

ہماری گزارش ہے کہ قاضی صاحب اگر چاہیں تو یہ سوغاتیں اپنے تک ہی محدود رکھیں۔ دیگر علماء اہل السنۃ کے سر انکو تھوپنے کی کوشش نہ کریں۔ صحابہ کرام کے ادب و احترام سے متعلق ان علماء اہل السنۃ کا مسلک کوئی ڈھکی چھپی چیز نہیں کہ ان کی طرف قاضی صاحب جو چاہیں منسوب کر دیں۔ دنیا ان حضرات کے عقائد و نظریات سے خوب واقف ہے۔

---

[1] مراد ہیں ان کی وہ عبارتیں جو اصول اہل السنۃ، قواعد اجتہاد اور صحابہ کرامؓ کی شان کے سراسر خلاف ہیں۔

صحابہؓ کے خلاف لکھنے والوں کا جس طرح یہ حضرات تعاقب کر چکے ہیں اور کر رہے ہیں کسی سے مخفی نہیں۔ لہذا ہم یہ ماننے کیلئے قطعاً تیار نہیں کہ ان حضرات نے قاضی صاحب کی حد درجہ غیر محتاط اور خلاف اصول اہل السنۃ و قواعد اجتہاد، تعبیرات و طرزِ استدلال کی بھی تائید کی ہو گی۔ اگر حضرت قاضی صاحب کو شک ہو تو خارجی فتنہ کی جن عبارتوں کا ہم نے اصولِ اہل السنۃ اور قواعد اجتہاد کے خلاف ہونا ثابت کیا ہے انکو خارجی فتنہ کی سُنیات سے الگ کر کے ان حضرات علماء کرام کی خدمت میں بھیج دیں اور ان سے پوچھیں کہ یہ مظہریات، اصولِ اہل السنۃ اور قواعد اجتہاد کے موافق ہیں یا مخالف۔ قاضی صاحب کو انشاء اللہ پتہ چل جائے گا کہ وہ اپنی چکوالیات و مظہریات میں کہاں کھڑے ہیں۔

باقی رہی قاضی صاحب کی یہ بات کہ میری کتاب میں اگر کوئی ایسی بات ہوتی تو علماء خصوصاً مولانا لدھیانوی مجھے ضرور متنبہ کرتے حالانکہ کسی سُنی عالم نے بھی مجھے اس کے متعلق کچھ نہیں لکھا۔ (ملخصاً) تو اس سلسلے میں

پہلی گزارش تو یہ ہے کہ جن حضرات نے آپ کو آپ کی ایسی عبارتوں پر متنبہ کیا تھا آپ نے اسکا کیا اثر لیا؟ اور تنبیہ کرنے والوں کا کیا حشر کیا؟ پھر آپ کو متنبہ کرنے والا سُنی بھی آخر کیسے رہ سکتا تھا؟ اس لئے آپ کو اگر کوئی متنبہ کرتا بھی تو آخر کیا سوچ کر؟

دوسری گزارش یہ ہے کہ اگر آپ کی کتاب میں ایسی کوئی عبارت نہیں ہے تو پھر آپ نے ادھر ادھر کے طعنے دینے کیوں شروع کر دیئے ہیں، ان عبارتوں پر کیوں گفتگو نہیں کرتے جن کا اصول اہل السنۃ اور قواعد اجتہاد کے خلاف ہونا میں نے بڑی وضاحت سے بیان کیا ہے۔ میں نے کوئی اٹکل کے تیر نہیں چلائے۔ ہوائی فائر نہیں کئے بلکہ آپ کی ایسی ایک ایک عبارت کا خلاف اصول اہل السنۃ ہونا دلیل سے بیان کیا ہے آپ کو چاہیئے تھا کہ آپ ان عبارتوں پر گفتگو کرتے ان کا مطابق اصولِ اہل السنۃ ہونا ثابت کرتے۔ لیکن آپ نے ان پر گفتگو کرنے کی بجائے ادھر اُدھر کی باتوں میں اپنا دل بہلانا شروع کر دیا۔ حقائق و دلائل کا سامنا کرنے کی بجائے علماء اہل السنۃ کی تقریظوں کی دہائی دینا شروع کر دی جبکہ ایسی تقریظوں میں کئی کئی احتمالات آپ خود نکالا کرتے ہیں۔ مثلاً "اظہار حقیقت" کی تعریف و تحسین آپ نے خود کی۔ حکیم محمود احمد ظفر سیالکوٹی کی کتاب کی جلد اول پر آپ کے سمدھی گرامی قدر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز صاحب اطال اللہ بقاءہ نے بڑی دبنگ تقریظ لکھی اور جلد اول از اول تا آخر بغور پڑھ کر لکھی۔ اس طرح گرامی قدر حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب خطیب مرکزی جامع مسجد اسلام آباد کہ جن کے مدرسے میں، میں آج کل مدرس ہوں، نے کسی زمانہ میں مولوی عظیم الدین کی کتاب "حیات سیدنا یزید" پر تقریظ لکھی تھی۔ محدث عصر حضرت شیخ بنوری رحمہ اللہ نے اظہار حقیقت کی تعریف و تحسین کی۔ لیکن آپ کے نزدیک ان میں سے کوئی بھی تقریظ یا تعریف و تحسین قابل حجت نہیں، مصنف کے کل خیالات اور عقائد و نظریات کے صحیح ہونے کی دلیل نہیں اور نہ اس بات کی ہی دلیل ہے کہ اس کتاب میں کوئی بات بھی مسلک اہلِ حق کے خلاف نہیں۔ جو احتمالات یا وجوہات آپ ان تقاریظ و تعاریف میں نکالتے ہیں وہی احتمالات و وجوہات آپ کی کتاب سے متعلق علماء اہل السنۃ کی آراء میں بھی تو نکل سکتے ہیں۔ پھر آپ حقائق و دلائل کی روشنی میں گفتگو کرنے کی بجائے علماء کی ان آراء پر ہی اتنا انحصار کیوں کر رہے ہیں۔ اس قسم کی تعریفیں اور تقریظیں تو محض تائیدیں ہوا کرتی ہیں مستقل دلیلیں نہیں ہوا کرتیں۔ لہذا آپ پہلے حقائق و دلائل کے میدان میں اتریں یہ میدان مار کر پھر بیشک ان تعریفوں اور تقریظوں سے بھی تائیدوں کا کام لے لیں۔

تیسری گزارش یہ ہے کہ کسی بڑی شخصیت کی طرف سے کسی کتاب کی تعریف و توصیف ہمیشہ اس کتاب کے کل مندرجات کے صحیح ہونے کی دلیل نہیں ہوا کرتی۔ کیونکہ اس قسم کی تعریف و توصیف کے، اس کتاب کی صحت کے علاوہ اور بھی مختلف اسباب ہوا کرتے ہیں۔

الف:۔۔۔ مثلاً کبھی اسکا سبب، مصنف سے سابقہ حسن ظن ہوتا ہے۔ جس کی کئی وجوہ ہو سکتی ہیں۔ مثلاً مصنف کا دینی اعتبار سے قد آور شخصیت ہونا۔ اسکی دینی تالیفات و تصنیفات کا عموماً قابل اعتبار اور مفید ہونا۔ کسی فتنہ کی تردید میں اسکا معروف و مشہور ہونا وغیرہ وغیرہ۔ لہذا کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایسے مصنف کی کسی نئی تصنیف کا بالاستیعاب بنظر غائر مطالعہ کئے بغیر ہی محض اس سے سابقہ حسن ظن کی بناء پر اسکی تائید و تصدیق کر دی جاتی ہے۔ جیسے مثلاً خود حضرت قاضی صاحب نے ہی پہلے اظہار حقیقت کی تعریف کی تھی۔ حضرت الاستاذ محدث عصر شیخ بنوری رحمہ اللہ نے بھی اسکی تحسین فرمائی تھی۔ لیکن حضرت قاضی صاحب اس کو محض سابقہ حسن ظن کی بناء پر کی گئی تعریف و توصیف قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ جب سندیلوی صاحب نے قاضی صاحب کی طرح ان حضرات کی اس تعریف و توصیف کو اپنی تائید میں پیش کیا تو قاضی صاحب نے اسکا یہی جواب دیا ہے چنانچہ حقیقت حال بیان کر کے آخر میں بالتصریح لکھا ہے کہ

"اس سے معلوم ہوا کہ حسن ظن کی بناء پر بعض اکابر علماء بھی کسی کتاب کی تعریف لکھ دیتے ہیں اور بعد میں جب اس کتاب کی غلطیوں پر مطلع ہوتے ہیں تو پھر تنقید و اعتراض بھی کرتے ہیں۔ لہذا بندہ راقم الحروف پر یہ اعتراض کہ پہلے "اظہار حقیقت" کی تعریف لکھی ہے اور اب تردید کر رہا ہے علمی طور پر غلط ہے"۔

(خارجی فتنہ ص ۳۹، ۴۰/ج ۱)

ب:........ اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کتاب کا موضوع وقت کا کوئی اہم تقاضا یا کوئی اہم فتنہ ہوتا ہے۔ کتاب کی تعریف و توصیف کرنے والے کا ذہن اس موضوع کی اہمیت کے پیش نظر اس کتاب کی افادیت کا ایک پہلو متعین کر لیتا ہے۔ پھر اگر وہ اسکا بالاستیعاب اور بنظر غائر بھی مطالعہ کرتا ہے تو اسکا ذہن صرف انہی چیزوں کو جذب کرتا رہتا ہے جو پہلے سے متعین کردہ خاص پہلو کے اعتبار سے مفید ہوتی ہیں۔ باقی رہیں دوسرے کسی پہلو کے اعتبار سے اس میں موجود مضر چیزیں؟ تو ان کی طرف ذہن اس وقت تک متوجہ نہیں ہوتا جب تک اسکو کوئی متنبہ نہ کرے۔ پھر قاری اس کتاب کے ان مفید اجزاء کے پیش نظر ہی اسکی تعریف و توصیف کر دیتا ہے۔ جیسے مثلاً شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب اطال اللہ بقائہ نے حکیم محمود احمد ظفر صاحب سیالکوٹی کی کتاب "سیدنا معاویہ، شخصیت اور کردار جلد اول" از اول تا آخر بغور پڑھی، اسکی تعریف و توصیف اور تائید و تحسین بہت اونچے الفاظ میں کی۔ انکو اس وقت کوئی بات بھی عقائد اہل السنۃ کے خلاف نظر نہ آئی۔ لیکن قاضی صاحب کے نزدیک چونکہ اس کتاب میں بہت سی باتیں مسلک اہل حق کے خلاف بھی تھیں اس لئے انکو حضرت شیخ مدظلہ کی یہ تقریظ و تعریف پسند نہ آئی۔ پھر ان کے یا کسی کے متنبہ کرنے سے شیخ مدظلہ کو بھی سُنا ہے کہ ان پر تنبہ ہے۔

ج:...... بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ کتاب میں بعض کمزور پہلوؤں کی طرف تبصرہ نگار یا تائید کنندہ کی نظر بھی جاتی ہے لیکن چونکہ باقی کتاب کو وہ بہت مفید پاتا اور ان کمزور پہلوؤں کو اس کے مقابلہ میں وہ معمولی سمجھتا ہوتا ہے اس لئے اس کے ان کمزور پہلوؤں سے صرف نظر کرتے ہوئے اسکی افادیتِ غالبہ کے پیش نظر اسکی تائید و تصدیق اور تعریف و تحسین کر دیتا ہے۔

د:...... بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ کسی کتاب کی تائید و تعریف کرنے والے بڑے آدمی کو اس فن سے چنداں مناسبت نہیں ہوتی جس فن سے وہ کتاب متعلق ہوتی ہے۔ اس لئے وہ اس کتاب کے نشیب و فراز سے ایک ماہر فن کی طرح واقف نہیں ہوتا۔ بس مصنفِ کتاب کے اصرار پر اسکی تعریف و توصیف کر دیتا ہے۔

جب کتابوں پر علماء کی تصدیقات و تقریظات کے مختلف اسباب ہوئے۔ کتاب کے کل مندرجات کا صحیح ہونا صرف یہی ایک سبب نہ ہوا تو معلوم ہوا کہ کسی بڑی شخصیت کی طرف سے کسی کتاب کی تعریف و تحسین ہمیشہ اس بات کی

دلیل نہیں ہوا کرتی کہ اس کتاب میں کوئی بات بھی غلط اور خلاف اصول و قواعد نہیں۔ لہذا ایسی کسی کتاب کی کسی بات کا غلط اور خلاف حق ہونا اگر دلیل سے ثابت ہو جائے تو اسکی صحت کے ثبوت میں محض کسی عالم کی تصدیق و تائید پیش کر دینا ہی کافی نہ ہوگا بلکہ اس کیلئے مستقل دلیل کی ضرورت ہو گی۔ کیونکہ علماء کی تصدیقات و تقریظات تو بحیثیت مجموعی کتاب کی محض تائید ہوا کرتی ہیں۔ کتاب کی ہر ہر بات کی دلیل نہیں ہوا کرتیں۔

بالکل یہی حال زمانۂ حال کے فتنوں کی تردید میں لکھی گئی قاضی صاحب کی تصانیف بالخصوص "خارجی فتنہ" پر علماء اہل السنتہ کی تصدیقات و تقریظات کا بھی ہے۔ قاضی صاحب، دینی اعتبار سے قد آور شخصیت بھی تھے اور زمانۂ حال کے فتنوں یعنی رافضیت و شیعیت، خارجیت و ناصبیت اور مودودیت و عباسیت وغیرہ کی تردید میں مشہور بھی۔ اس سلسلہ کی ان کی تصانیف کا مذکورہ موضوع و عنوان وقت کا اہم تقاضا بھی تھا اور وہ مجموعی طور پر عموماً مفید بھی تھیں۔ اس لئے علماء اہل السنتہ نے ان سے حسن ظن، زمانۂ حال کے مذکورہ فتنوں کی تردید میں ان کی شہرت، کتاب کے موضوع و عنوان کی اہمیت اور اسی پہلو سے اسکی افادیت کے پیش نظر ان کی یہ کتاب بالاستیعاب و بنظر غائر پڑھے بغیر اسکی تصدیق و تائید کر دی ہے۔ نیز چونکہ قاضی صاحب نے خارجی فتنہ میں اکابر علماء اہل السنتہ کے بڑی کثرت سے بار بار حوالے دیئے ہیں ان ناموں کی فہرست دیکھ کر تصدیق و تائید کرنے والے علماء کو اگر یہ حسن ظن بھی ہو گیا ہو کہ اس کتاب میں قاضی صاحب کا سب کچھ کہا ہوا ان اکابر کا ہی کہا ہوا ہے اور اس لئے انہوں نے اسکی تصدیق و تائید کر دی ہو تو یہ بھی کچھ بعید نہیں۔

پھر یہ بھی کسی سے مخفی نہیں کہ ایسی تصدیقات و تقریظات، عمومی اور مجموعی ہوا کرتی ہیں۔ کتاب کے ایک ایک مسئلہ اور اس کیلئے اختیار کی گئی ایک ایک تعبیر سے متعلق نہیں ہوا کرتیں۔

اس لئے علماء اہل السنتہ کی طرف سے قاضی صاحب کی کتاب "خارجی فتنہ" کی یہ عمومی تصدیق و تقریظ اور یہ مجموعی تعریف و تحسین اس بات کی دلیل ہرگز نہیں ہو سکتی کہ اس میں وہ کسی مسئلہ میں بھی جادۂ اعتدال سے نہیں ہٹے ہیں۔ لہذا اس سلسلے میں خود قاضی صاحب کا بھی کسی جگہ جادۂ اعتدال سے ہٹ جانا اگر دلیل سے ثابت ہو جائے تو نہ تو وہ علماء اہل السنتہ کی ان تصدیقات و تائیدات کے منافی ہو گا اور نہ اسکا جواب محض ان تائیدات سے ہو سکے گا۔ بلکہ اس کیلئے قاضی صاحب کو بھی کسی ویسی ہی مستقل دلیل کی ہی ضرورت ہو گی۔

لہذا قاضی صاحب کی جن عبارتوں کا اصول اہل السنتہ اور قواعد اجتہاد کے خلاف ہونا ہم نے دلائل سے ثابت کیا ہے اگر وہ انکا جواب دینا چاہتے ہیں تو ویسے ہی دلائل سے دیں ورنہ محض علماء اہل السنتہ کی آراء تو اس کیلئے قطعاً کافی نہیں ہیں۔ ورنہ پھر ان کے جواب میں خود ان کی تعریف اور حضرت بنوری رحمہ اللہ کی تحسین تو سندیلوی صاحب کیلئے اور شیخ الحدیث مدظلہ کی تقریظ حکیم محمود احمد ظفر صاحب کیلئے بھی حجت و سند اور ان کی کتابوں کی حقانیت کی دلیل ہو گی۔ لہذا قاضی صاحب علماء کی تصدیقات و تقریظات سے یا تو انکو بھی اتنا ہی فائدہ اٹھانے دیں جتنا وہ خود ان سے اٹھانا چاہتے ہیں۔ یا پھر خود بھی ان سے اس طرح فائدہ نہ اٹھائیں جس طرح ان کو ان سے فائدہ نہیں اٹھانے دیتے۔

تیسری بات

اس سلسلے میں تیسری بات حضرت قاضی صاحب نے یہ ارشاد فرمائی ہے کہ "اگر بعض مخالفین نے اپنی کتاب میں مجھ

چنانچہ قاضی صاحب نے اپنی کتاب "کشف خارجیت" میں جتنے بھی علماء اہل السنتہ کی آراء اپنی تائید میں پیش کی ہیں، ان میں سے کسی ایک نے بھی خارجی فتنہ یا ان کی کسی بھی کتاب کو بالاستیعاب پڑھنے کی تصریح نہیں کی۔ صرف حضرت مولانا مفتی عبدالشکور صاحب مدظلہ نے "دفاع صحابہ" کا حرفاً حرفاً سننا ذکر فرمایا ہے۔ اور ان کی رائے گرامی متعلق بھی صرف اسی کتاب سے ہے۔ خارجی فتنہ سے اسکا کچھ بھی تعلق نہیں۔

پر اس قسم کا الزام لگایا ہے تو میں نے اپنی کتاب "کشف خارجیت" اور "دفاع حضرت معاویہؓ" میں اسکا تسلی بخش جواب دے دیا ہے" (ص ۴۳)

قاضی صاحب کی اس بات کا تعلق ان کی مذکورہ کتابوں کے ساتھ ہے۔ انہی کے جائزے سے پتہ چل سکتا ہے کہ مخالفین کے اس قسم کے الزام کا قاضی صاحب نے کیا جواب دیا ہے اور وہ کس حد تک تسلی بخش ہے۔ اور اس کیلئے ظاہر ہے کہ چند اوراق کافی نہیں ہو سکتے بلکہ اس کیلئے تو پوری ایک کتاب بلکہ دو کتابیں درکار ہوں گی۔ لہذا یہاں اسکا تفصیلی جائزہ پیش کرنے کی بجائے صرف دو باتیں مجملاً قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

پہلی تو یہ کہ جن حضرات نے قاضی صاحب کی کتاب پر تقریظیں لکھی ہیں ان کی تائید کی ہے انکو تو قاضی صاحب "علماء اہل السنت والجماعت" کے معزز لقب سے ملقب کرتے اور ان کی باتوں کو "تقریظیں اور تصدیقیں" وغیرہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ لیکن جن لوگوں نے ان کی کتاب میں ایسی عبارتیں محسوس کی ہیں جن میں حضرت معاویہؓ کی تنقیص شان پائی جاتی ہے اور اس پر انہوں نے قاضی صاحب کو متنبہ کیا ہے انکو یہاں وہ "بعض مخالفین" کے نام سے یاد کرتے اور ان کی اس بات کو "الزام" کا نام دیتے ہیں۔ حالانکہ قاضی صاحب سے اس مسئلہ میں اختلاف کرنے والوں میں قاضی شمس الدین صاحب مرحوم سکنہ درویش بھی تھے جو خارجی فتنہ کے مؤیدین علماء اہل السنۃ کے ہم طبقہ تھے اور بعض سے تو طبقہ میں بڑے تھے۔ اسی طرح ایک مولانا سعید الرحمان علوی صاحب بھی تھے جو شاید کسی اکے دُکے کو چھوڑ کر خارجی فتنہ کے باقی تقریباً تمام ہی تبصرہ نگاروں سے کسی طرح بھی کم نہ تھے۔ اس طرح مولانا لعل شاہ صاحب بخاری کے عقیدت مند مولوی مہر حسین شاہ صاحب بھی تھے۔ جن کو خود قاضی صاحب نے ہی "مولوی" لکھا ہے۔ قاضی صاحب اگر چاہتے توانکو بھی "علماء اہل السنۃ" نہ سہی نرا "علماء" ہی کہہ سکتے تھے۔ ان کی تنبیہ کو "اختلاف" یا "نشاندہی" جیسا کوئی نام دے سکتے تھے۔ یہ بھی نہیں تو "بعض مخالفین" کی جگہ "بعض حضرات" یا اس سے بھی کم "بعض لوگوں" کہہ سکتے تھے۔ لیکن قاضی صاحب نے انکو یاد کیا تو "بعض مخالفین" کے عنوان سے اور ان کی بات کو نام دیا تو "الزام" کا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قاضی صاحب کی یہ ایک مزاجی خصوصیت ہے کہ جس سے انکو اختلاف ہو جائے یا جس کو ان سے اختلاف ہو جائے تو وہ اسکو مخالفت اور عداوت کی حد تک پہونچا کے ہی دم لیتے ہیں۔ ان کے نزدیک سُنی عالم بس وہی ہے جو ان سے کلی اتفاق کرے یا کم از کم اختلاف نہ کرے۔ لیکن جس کو ان سے اختلاف ہو جائے یا جس کے یہ خلاف ہو جائیں تو پھر وہ نہ سنی عالم کہلانے کا مستحق رہتا ہے اور نہ ان کے عتاب خسروانہ سے ہی وہ بچ سکتا ہے اور یہ قاضی صاحب کی وہ مزاجی خصوصیت ہے جس کے شاکی ان کے پرانے رفقاء کار بھی ہیں۔ چنانچہ جمعیۃ سے مستعفی ہوتے وقت اس سے انکا جو رویہ رہا، جناب مفتی محمود صاحب رحمہ اللہ نے اسکو ان کی انتہاء پسندی قرار دیتے ہوئے یوں شکوہ فرمایا۔

"لیکن حضرت قاضی صاحب جیسے بزرگ نے جس انتہاء پسندی کا ثبوت دے کر اتنی بڑی دینی جماعت کو، اس کے دینی مقاصد اس کے تمام خیر کے پہلوؤں کو نظر انداز کر کے جو علیحدگی کا اعلان فرمایا اس سے جماعت کے سب بزرگوں کو نیازمندانہ شکایت پیدا ہوئی الخ"

(کشف خارجیت ص ۲۵۵)

اور دوسری بات جو ہم یہاں اجمالاً ذکر کرنا چاہتے ہیں یہ ہے کہ قاضی صاحب نے ان "بعض مخالفین" کے اس قسم کے "الزام" کا تو کچھ بھی تسلی بخش جواب نہیں دیا۔ البتہ اپنی ذات کا دفاع خوب کیا ہے۔

مثلاً دیکھئے مولوی مہر حسین شاہ نے ان پر یہ اعتراض کیا کہ "آپ حضرت علی کی خلافت کو قرآنی نص بھی قرار دیتے ہیں، قرآنی نص کے مقابلہ میں اجتہاد بھی جائز مانتے ہیں (کھلی چٹھی ص ۸) اسکا قاضی صاحب کوئی جواب نہیں دے سکے۔

ایک اعتراض اس نے یہ کیا کہ آپ ایک طرف تو لکھتے ہیں کہ از روئے نص قرآنی حضرت معاویہؓ پر حضرت علیؓ کی

پیروی لازم تھی اور دوسری طرف یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ آخر وقت تک انہوں نے حضرت علیؓ کی اطاعت قبول نہیں کی تھی تو انصاف سے بتایئے کہ حضرت معاویہؓ نے حکم قرآنی کی مخالفت کی یا نہیں؟ اور یہ اجتہادی خطا کی کونسی قسم ہے؟(کھلی چٹھی ص ۱۴)

اسکا بھی قاضی صاحب کوئی تسلی بخش جواب نہیں دے سکے بس یہ کہہ کے رہ گئے کہ اس وقت چونکہ کسی کو علم نہ تھا کہ باقتضاء النص حضرت علی رضی اللہ عنہ چوتھے موعود خلیفہ راشد ہیں۔ لہذا اس وقت اسکو نص قرآنی کی مخالفت نہیں کہہ سکتے تھے۔ سوال یہ ہے کہ پھر حضرت معاویہؓ کی اجتہادی خطاء، نص قرآنی کے مقابلہ میں کیسے ہو گئی؟ نیز اب تو علم اور یقین ہو گیا ہے نا کہ حضرت علیؓ ہی چوتھے موعود خلیفہ راشد تھے۔ اب فرمایئے حضرت معاویہؓ کی اس عدمِ اطاعت کو نص قرآنی کی مخالفت کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ اسکا قاضی صاحب نے کوئی حل نہیں پیش کیا۔

ایک اعتراض مولوی مہر حسین شاہ صاحب نے یہ کہا تھا کہ آپ فرماتے ہیں کہ قرآن کی آیت فقاتلوا التی تبغی حتی تفیٔ الی امر اللہ میں حقیقی باغی کا حکم مذکور ہے اور دوسری طرف آپ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے قرآن کے حکم فقاتلوا التی تبغی پر عمل کیا تو گویا آپ نے حضرت معاویہؓ کو حقیقی باغی تسلیم کر لیا۔ (کھلی چٹھی ص ۱۱، ۱۴) اسکا حضرت قاضی صاحب نے کوئی جواب نہیں دیا۔ یہی حال ان "بعض مخالفین" کے اس قسم کے دیگر "الزامات" کا ہے کہ قاضی صاحب انکا کوئی بھی تسلی بخش جواب نہیں دے سکے۔ لہذا انکا یہ کہنا کہ "میں نے اسکا تسلی بخش جواب دیدیا ہے" ان کی اپنی ذات سے متعلق تو شاید صحیح ہو سکتا ہے لیکن حضرت معاویہؓ سے متعلق یہ قطعاً صحیح نہیں۔

اللہ توفیق دے مگر کس کو؟

آگے قاضی صاحب فرماتے ہیں کہ

"الحمدللہ مولانا عبدالغفور صاحب موصوف نے خارجیت اور ناصبیت کے متعلق میری تحریرات کو بالکل صحیح مان لیا ہے۔ گویا کہ خارجی فتنہ میں میرے پیش کردہ مسلک کے نصف حصہ کو تو تسلیم کر چکے ہیں۔ باقی رہ گیا باقی نصف حصہ تو اللہ تعالیٰ ان کو اس کے ماننے کی بھی توفیق عطا فرما دیں۔ آمین[۲۳] بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم" (ص ۲۳)

قاضی صاحب نے یہاں بات بالکل الٹ دی ہے۔ شاید اس طرح وہ یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ میں خارجی فتنہ کی تصنیف سے پہلے خارجی و ناصبی تھا۔ یہ کتاب پڑھ کر آدھا سُنی تو بن گیا ہوں اور آدھا ابھی بننا رہتا ہوں۔ حالانکہ بات یوں نہیں ہے۔ بلکہ میں الحمدللہ قاضی صاحب کی اس کتاب کے وجود میں آنے سے پہلے بھی نہ خارجی تھا نہ ناصبی، نہ رافضی تھا نہ مودودی، نہ قاضی صاحب کا اصطلاحی یزیدی تھا نہ عباسی۔ اور نہ اب ہی ہوں۔ بلکہ بحمداللہ پہلے بھی خالص سُنی تھا اور اب بھی بحمداللہ سنی ہوں۔ اس لئے خارجی فتنہ میں قاضی صاحب کے پیش کردہ مسلک کو میں نے تسلیم نہیں کیا کیونکہ میں سُنی پہلے کا ہوں اور خارجی فتنہ بعد میں وجود میں آئی ہے۔ بلکہ خود قاضی صاحب نے ہی میرے مسلک کا نصف حصہ اپنی اس کتاب کے ایک حصے میں تسلیم کر لیا ہے۔ باقی رہ گیا میرے مسلک کا باقی نصف حصہ؟ تو اللہ تعالیٰ انکو اس کے ماننے کی بھی توفیق عطا فرمائیں کہ وہ اصولِ اہل السنتہ، قواعد اجتہاد اور صحابہ کرامؓ کی شان کے خلاف اپنی تمام عبارتوں سے رجوع کر لیں۔ آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

ایک الزام یا بہتان لیکن کس کی جانب سے؟

---

[۲۳] لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ بھلا میں کیوں ماننے لگا صحابہ کی شان میں بے ادبانہ عبارتوں پر مشتمل خارجی فتنہ کے اس حصہ کو؟ اللہ بچائے اس کتاب کے باقی نصف حصہ کو ماننے سے، آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم۔

سب سے آخر میں اب قاضی صاحب نے بحث چھیڑی ہے حضرت معاویہؓ سے رضاء الٰہی کی۔ جسکا تعارف یہ ہے کہ قاضی صاحب نے حضرت معاویہؓ کے صفینی اجتہادی موقف کو غلط ثابت کرنے کیلئے آیت اتباع باحسان سے استدلال کرتے ہوئے ایک بات تو یہ فرمائی کہ حضرت معاویہؓ کے ساتھ اللہ کی رضا مشروط تھی سابقین مہاجرین و انصار کی اتباع باحسان کے ساتھ۔ اور دوسری بات یہ ارشاد فرمائی کہ انہوں نے یہ اتباع اور پیروی نہیں کی اور پھر نتیجہ یہ نکالا کہ لہٰذا ان کے موقف کو کوئی بھی صحیح نہیں کہہ سکتا۔ میں نے اس کے بارے میں بتلایا کہ قاضی صاحب کا یہ طرز استدلال بھی غلط ہے اور خود استدلال بھی۔ طرزِ استدلال تو اس طرح غلط ہے کہ اس سے حضرت معاویہؓ کے موقف کا غلط ہونا تو بعد میں ثابت ہوگا پہلے انکا اللہ کی رضاء سے محروم ہونا لازم آتا ہے۔ اور خود استدلال یوں غلط ہے کہ حضرت معاویہؓ کی طرف سے اس آیت کی خلاف ورزی نہیں ہوئی بلکہ اس پر پورا پورا عمل ہوا ہے۔

حضرت قاضی صاحب اسکا جواب دیتے ہوئے "الجواب" کے نمبر ۱ کے تحت لکھتے ہیں کہ

"مولانا ابوریحان کے کا میری عبارتوں سے یہ نتیجہ نکالنا کہ میں حضرت معاویہؓ کو رضی اللہ عنہ کا مصداق نہیں مانتا یہ سراسر بہتان ہے"۔(ص ۳۵)

جواباً عرض ہے کہ یہ سراسر بہتان تو بیشک ہے لیکن ابوریحان کا قاضی صاحب پر نہیں بلکہ قاضی صاحب کا ابوریحان پر ہے۔ کیونکہ میں نے اپنی کتاب "سبائی فتنہ جلد اول" میں کہیں بھی قاضی صاحب کی عبارتوں سے یہ نتیجہ ہرگز ہرگز نہیں نکالا کہ وہ حضرت معاویہؓ کو "رضی اللہ عنہ" کا مصداق نہیں مانتے۔ میں نے اپنی اس کتاب میں قاضی صاحب کے عقائد سے تو بحث ہی نہیں کی بلکہ ان کی عبارتوں کے نتائج سے بحث کی ہے یہ بتانے کیلئے کہ ان کی عبارات و تعبیرات اصولِ اہل السنتہ اور قواعد اجتہاد کے خلاف ہونے کی وجہ سے قابلِ اصلاح ہیں۔ مثلاً دیکھئے یہاں میں نے یہ نہیں بتایا کہ قاضی صاحب، حضرت معاویہؓ کو "رضی اللہ عنہ" کا مصداق نہیں مانتے بلکہ یہ بتایا ہے کہ ان کی یہ عبارت حضرت معاویہؓ کو "رضی اللہ عنہ" کا مصداق نہیں بتاتی بلکہ الٹا رضاء الٰہی سے انکو محروم بتاتی ہے۔ اور چونکہ وہ رضاء سے مشرف تھے محروم نہ تھے اس لئے قاضی صاحب کی یہ عبارت، انکا یہ انداز بیان اور طرزِ استدلال غلط ہوا صحیح نہ ہوا۔ چنانچہ قاضی صاحب کی ایسی عبارتوں پر میں نے عنوان ہی "تعبیرات مظہریہ الخ" قائم کیا ہے۔ "عقائد و نظریات مظہریہ" نہیں قائم کیا۔ اور پھر صرف عنوان ہی یہ نہیں رکھا بلکہ قاضی صاحب کی زیر بحث اس عبارت پر بحث کرتے ہوئے اپنی بات کو درمیان میں روک کر جملہ معترضہ کے طور پر "تنبیہ" کے مستقل عنوان کے تحت یہ تصریح بھی کردی ہے کہ

"واضح رہے کہ یہاں ہماری بحث، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے متعلق حضرت قاضی صاحب مدظلہ کے عقیدے سے ہرگز ہرگز نہیں۔ ہم حضرت قاضی صاحب مدظلہ کے بارے میں اس غلط فہمی میں ہرگز مبتلا نہیں کہ وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو صحابی رسول، جنتی یا "رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ" کا کسی بھی درجہ میں مصداق نہیں سمجھتے، حاشا و کلا۔ اسکا تو ہم تصور بھی نہیں کرسکتے۔ بلکہ ہماری بحث حضرت قاضی صاحب مدظلہ کے استدلال اور اس انداز بیان سے ہے جو انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے اجتہادی موقف کو بالکل ہی غیر صحیح ثابت کرنے کیلئے کیا اور اپنایا ہے"۔(سبائی فتنہ ص ۹۱ ج ۱)

اب حضرت قاضی صاحب ہی انصاف فرمائیں کہ میں نے ان پر بہتان باندھا ہے یا وہ مجھ پر باندھ رہے ہیں؟

(باقی آئندہ)